رجسٹرڈ آصفیہ نمبر ۱۸۱

رجسٹرڈ انگلشیہ نمبر ۱

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

مملکت

ہفتہ وار

ایڈیٹر
میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

شرح چندہ
سالانہ ...... ے
ششماہی ...... ے
سہ ماہی ...... ے

شرح چندہ
سالانہ ...... ے
ششماہی ...... ے
سہ ماہی ...... ے

قیمت فی پرچہ (۲)

قیمت پرانا پرچہ (۴)

جلد ۴ | ۲۷ بہمن ۱۳۵۳ ف | ۱۳ رمضان ۱۳۶۳ھ | ۲ ستمبر ۱۹۴۴ء شنبہ | نمبر (۲۱)

اسٹالن نے ہندوستان کے لئے مثال قائم کی

از

سی، راجگوپال چاری

قسمتی سے مسٹر جناح کی علالت کی وجہ سے گاندھی جناح ملاقات کچھ عرصہ کے لئے ملتوی ہو گئی ہے۔ ورڈ ویول نے گاندھی جی کو جو جواب دیا ہے وہ جس تلخی کے ساتھ یاد دلاتا ہے کہ ہندوستان میں کس بڑے موقف میں ہیں۔ دستوری تعطل اور فرقہ واری مسئلہ حکومت برطانیہ ہندوستان کی قومی حکومت اور ان کے جوڑنے کے مشترکہ مطالبے سے ہندوستان کی تمناؤں کو ناکام کرنے کے منصوبوں کو پیدا کرنے کے لئے غور و فکر کی ضرورت ہے۔

جس سال قبل روس میں بھی اسی طرح پھوٹ تھی جس طرح آج ہندوستان میں ہے۔ جمہوریہ روس کے قائدین نے کہا تھا کہ زار کے دور میں روس کی قوموں کو منظم طور پر ایک دوسرے کے خلاف مشتعل کیا جاتا تھا۔ اس پالیسی کے نتائج سب پر ظاہر ہیں۔ ایک طرف قتل عام اور دوسری طرف تمام قوموں کی غلامی اس پالیسی کی یہ خطرناک پالیسی ختم ہو چکی ہے اور اس کا اعادہ ہرگز نہ ہونا چاہئے۔ اس کی بجائے روس کی قوموں کے رضاکارانہ اتحاد کی پالیسی کو عمل میں لانا چاہئے۔ دوسرے لفظوں میں اعتماد اور اشتعال کی نامناسب پالیسی ختم ہو جانی چاہئے اور ایسی واضح اور دیانتدارانہ پالیسی اختیار کی جانی چاہئے جو کامل باہمی اعتماد پر مبنی ہو۔ اس پالیسی کے نتیجے کے طور پر نومبر ۱۹۲۲ء میں اسٹالن نے معاہدۂ اتحاد مرتب کیا جس کے ذریعہ یوکرین اور روس کے دس صوبوں کو

حق علیحدگی دیا گیا تھا۔ یہ حق اسٹالن کے الفاظ میں اس لئے نہیں دیا گیا کہ ہم چھوٹی چھوٹی مملکتوں کے نصب العین کو پسند کرتے ہیں بلکہ اس کے برعکس ہم بڑی مملکتیں چاہتے ہیں۔ ان کا قومی اتحاد ہو اور حقیقی جمہوری اور بین الاقوامی بنیاد پر قوموں میں امتزاج ہو اور یہ چیز حق علیحدگی کے بغیر ناقابل قیاس ہے۔

موجودہ جنگ نے اس رضاکارانہ اتحاد کی قوت کو ثابت کر دیا ہے جو آزادی اور خود ارادیت کی بنیاد پر مرتب کیا گیا تھا۔ سوویٹ روس کے دستور کا فقرہ ۱۷ حسب ذیل ہے۔

"سوویٹ یونین سے علیحدہ ہونے کا حق ہر جمہوریت کو حاصل رہے گا"

۱۹۳۶ء میں اس فقرہ کی تنسیخ کے لئے ایک تحریک پیش کی گئی تھی لیکن اسٹالن نے اس فقرہ کو برقرار رکھنے کی تائید کی چنانچہ اس فقرہ کی مزید توثیق کی گئی۔ اسٹالن نے کہا کہ "سوویٹ یونین کے دستور سے اس فقرہ کو حذف کر دینا اس کی رو سے حق علیحدگی دیا گیا ہے یونین کے رضاکارانہ اتحاد کی نوعیت کو بدل دینا ہے۔ کیا ہم اس اقدام سے اتفاق کر سکتے ہیں؟ میرے خیال میں ہم اس سے اتفاق نہیں کر سکتے اور نہیں کرنا چاہئے۔" یہ بات اسٹالن نے ۱۹۳۶ء میں کہی تھی۔ آج بعض سیاست والے بے سوچے سمجھے اور غیر متعلق طور پر جنگ کے سوال کا تذکرہ کر رہے ہیں گویا اس خانہ جنگی میں اگرچہ

کی بعض شمالی ریاستوں نے جو ہیرو تدوین اختیار کیا تھا اس سے ایک بنیادی اصول استخراج ہوتا ہے جس کا راستے بطور نمونہ ہم رہنما کے ساتھ گاندھی جی نے اس فارمولا کی نسبت جو میرے نام سے منسوب ہے جو کچھ کہا ہے اس کو اسٹالن نے دوسرے الفاظ میں پیش کیا ہے۔ ہندوستان کے آزاد باشندے کسی معاہدۂ اتحاد کے تحت متحد نہیں کئے جا سکتے تا وقتیکہ اس کی بنیاد رضاکارانہ ہو اور میرا فارمولا اس کو ایک مخصوص صورت میں پیش کرنے کی ایک دیانتدارانہ کوشش ہے۔

فروری ۱۹۴۴ء میں روس نے جو اعلان کیا ہے اس سے دستور سوویٹ کے فقرہ (۱۸) کا بنیادی اصول مستحکم ہوتا ہے۔ جن جمہوریتوں کو علیحدگی کا حق حاصل ہے انہیں بیرونی ممالک کے ساتھ ساتھ اپنے اختیارات استعمال کرنے کا حق دیا گیا جو ایک آزاد و خودمختار مملکت ہی استعمال کر سکتی ہے۔ سوویٹ روس میں گیارہ جمہوریتیں ہیں۔ یوکرین، جارجیا، سفید روس، آرمینیا، ... اور کرغیز کی جمہوریتوں کو حق علیحدگی حاصل ہے۔ ۱۹۴۴ء کے اعلان سے سوویٹ روس کے اتحاد کو نقصان نہیں پہنچا بلکہ اس کو مزید استحکام حاصل ہوا۔ روس نے اس جنگ میں اپنی جو مدافعت کی ہے وہ ایک ایسا معجزہ ہے جس کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ یہ کچھ ہوا اس کی وجہ محض روس کے لیڈر کی عظمت نہیں بلکہ اس یونین کی چھوٹی سی چھوٹی وحدت میں آزادی کا احساس غالب تھا۔ اگر صرف مرکزی حکومت ہی کو خودمختاری اقتدار اعلیٰ حاصل ہوتا اور دوسری وحدتیں اپنے آپ کو محکوم تصور کرتیں تو وہ استقلال اور ایثار جس کی وجہ سے سوویٹ روس نے جنگ میں کامیابی حاصل کی نمودار نہ ہو سکتا۔ روس میں جمہوریت محض ایک مباحثہ کی چیز نہیں بلکہ ایک امر واقعہ ہے جس میں ہر وحدت اقتدار اعلیٰ میں شریک ہے۔

مسلم لیگ کے مطالبہ کے جواب میں "اتحاد" کا نعرہ بلند کیا جا رہا ہے۔ سیاست والوں کو وہ مکتب خیال جو ایک زبردست مرکزی حکومت کے خواہاں ہیں وہ برطانوی

بقیہ صفحہ (۱۱)

مملکت ہفتہ وار

جلد ۴ | ۲۷ مہر ۱۳۵۳ف | نمبر (۲۱)

شاہی اقتدار کے لئے ایک نیا خطرہ

حکومت اور عوام فوری توجہ کریں

آنریبل رزیڈنٹ بہادر کا یہ اعلان کہ سکندرآباد و دیگر حیدرآبادی علاقہ جات زیر انتظام سرکار عظمت مدار میں انکم ٹیکس اور محصول زائد منافع نافذ کیا جائے گا ایک ایسا اعلان ہے جو دستوری نقطۂ نظر سے بہت اہم ہے اس مسئلہ کا ایک قانونی پہلو بھی اہمیت رکھتا ہے۔ اس لئے اس مسئلہ کی جانب رائے عامہ کو متوجہ کرنا ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

اہل حیدرآباد کا یہ ادعا ہے کہ رزیڈنٹ بہادر کو ان علاقہ جات میں حضرت بندگان اقدس کی منظوری اور اجازت کے بغیر کسی قسم کا ٹیکس نافذ کرنے یا اس ٹیکس سے استفادہ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ یہ علاقہ جات مملکت آصفیہ کے اجزاء اور حضرت اقدس و اعلیٰ کے زیر اقتدار ہیں بعض انتظامی سہولتوں کے پیش نظر ان علاقہ جات کو رزیڈنسی کے تفویض کیا گیا ہے۔ اس کی تفویض سے رزیڈنٹ بہادر کو وہ حقوق اور اختیارات حاصل نہیں ہو سکتے جو شاہی اقتدار کے لوازم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اہل حیدرآباد اس امر پر مسلسل احتجاج کرتے رہے ہیں کہ سکندرآباد کی آبکاری کی آمدنی سرکار عالی کے خزانہ میں جمع ہونے کے بجائے خزانۂ رزیڈنسی میں کیوں جمع ہوتی ہے۔

حکومت ہند کے محکمہ سیاسیات کے لئے یہ کوئی نئی بات نہیں کہ ریاستی علاقہ ہائے کنٹونمنٹ سے مالی تمتع کی کوشش کرے۔ یہ مسئلہ اپنی ایک تاریخ رکھتا ہے چنانچہ لارڈ ہارڈنگ کے زمانہ میں ریاست گوالیار نے حکومت ہند کے اس رجحان کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے کہا تھا کہ علاقہ جات کنٹونمنٹ سے مالی تمتع کا حق حکومت ہند کو نہیں پہونچتا۔ اس احتجاج کے بعد سنہ ۱۹۱۹ء میں حکومت ہند نے ایک کانفرنس منعقد کی جس کا فیصلہ حکومت ہند کے خلاف صادر ہوا اور یہ طے پایا کہ:-

"ریاستی علاقوں میں برطانوی فوج کی جو چھاؤنیاں واقع ہیں اُن کو تجارتی اغراض کے لئے استعمال نہیں کیا جا سکتا بلکہ خود ریاستوں کی حکومتوں کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ چھاؤنیوں کی غیر فوجی آبادی پر ٹیکس عائد کریں اور ان سے استفادہ کریں البتہ فوجی آبادی کی رسدات ایسے ٹیکس سے مستثنیٰ ہوں"

مذکورۂ بالا اصول ان علاقہ جات پر بھی منطبق ہوتا ہے جو ریلوے کے اغراض کے لئے ہندوستانی ریاستوں نے حکومت ہند کے تفویض کئے۔ مولوی یوسف الدین صاحب سابق صوبیدار (خسر نواب ولی الدولہ مرحوم) نے سنہ [illegible]ء میں ایک مقدمہ دائر کیا تھا جو یوسف الدین بنام ملکۂ معظمہ کے نام سے موسوم ہے اور جس میں پریوی کونسل نے لارڈ ہالسبری کی صدارت میں فیصلہ صادر کیا کہ نظام ریلوے کا علاقہ برطانوی ہند کا جزو نہیں بنا بلکہ وہ حضور نظام کی مملکت کا جزو رہا۔ اسی طرح مسٹر مرزجی سابق ہوم سکریٹری کے خلاف جب حضرت غفران مکان نے اخراج کا حکم صادر فرمایا تو مسٹر مرزجی نے جو علاقہ رزیڈنسی میں سکونت پذیر تھے یہ سوال اٹھایا تھا کہ چونکہ وہ علاقہ رزیڈنسی میں رہتے ہیں اس لئے فرمان مبارک کی تعمیل ان پر واجب نہیں۔ یہ مسئلہ وزیر ہند کے آگے پیش ہوا۔ اور لارڈ جارج ہملٹن نے جو اس وقت وزیر ہند تھے یہ تصفیہ کیا کہ علاقہ رزیڈنسی پر بھی اعلیٰحضرت حضور نظام کا شاہی اقتدار قائم و برقرار ہے اس لئے مسٹر مرزجی پر فرمان واجب التعمیل ہے۔ ان دو واقعات سے یہ حقیقت مترشح ہوتی ہے کہ مملکت آصفیہ کے وہ سارے علاقہ جات خواہ وہ ریلوے کے اغراض کے لئے رزیڈنسی کے تفویض کئے گئے ہوں یا فوجی اغراض کے لئے یا دیگر سیول اغراض کے لئے بہرحال مملکت آصفیہ کے اجزائے لاینفک ہیں جن پر اقتدار آصفی قائم و برقرار ہے۔ ان حالات میں رزیڈنسی کی جانب سے چھاؤنیات میں رہنے والی رعایائے آصفی پر حضرت اقدس و اعلیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی ٹیکس عائد کرنا یا اس ٹیکس سے استفادہ کرنا ایک ایسی اجتہادی غلطی ہے جس کی اصلاح ضروری ہے۔

مسٹر اے پی نکلسن نے اپنی مشہور کتاب "سکراپس آف پیپر" (کاغذ کے پرزے) میں ایسے اقدامات کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:-

"یہ ہرگز منشا نہیں تھا کہ یہ علاقہ جات یا ان میں سے علاقہ جات برطانوی خطہ بن جائیں اور اُن سے مالی تمتع کیا جائے ....
یہ بھی ہرگز منشا نہیں تھا کہ برطانوی ہند کے قوانین خاص کر معاشی قوانین کا اطلاق ان علاقہ جات پر ہو جو ریاستوں سے معاہدے ہوئے ہیں اُن میں صراحتاً درج ہے کہ ریاستوں کے حقوق و اختیارات پر کوئی دست درازی نہ ہوگی"

کیا ہم توقع رکھیں کہ آنریبل رزیڈنٹ بہادر استدلال بالا کی روشنی میں اپنے مسلک پر نظرثانی فرمائیں گے۔ یہ مسئلہ حکومت سرکار عالی اور عوامی ادارے ہر دو کی توجہ کا مستحق ہے کیونکہ یہ داخلی حقوق اور اقتدار شاہی کا مسئلہ ہے جس کے مضمرات کافی دور رس اور اہم ہیں۔

غذائی مسائل اور آندھرا کانفرنس کے انکشافات

آندھرا کانفرنس کے گیارہویں سالانہ اجلاس میں پٹیل پٹواری کی اسکیم سے متعلق جو قرارداد منظور ہوئی ہے اس میں بیان کیا گیا ہے کہ پٹیل پٹواری کاشتکاروں سے جو زائد غلہ وصول کرتے ہیں اس سے نہ صرف وہ اپنا حصہ پیداوار ادا کرتے ہیں بلکہ کچھ بچا بھی لیتے ہیں۔ یہ انکشاف نہایت معنیٰ خیز ہے واقعہ یہ ہے کہ حکومت نے مشترکہ ادائی حصہ پیداوار کے نرخ مقرر کرکے ہر گاؤں میں اس کی تشہیر کردی اس کے باوجود اگر پٹیل پٹواری رعایا سے زائد غلہ اس لئے وصول کرتے ہیں کہ اس زائد غلہ سے نہ صرف اپنا حصہ ادا کریں بلکہ کچھ بچا بھی لیں تو یہ واقعہ حیدرآباد کے نظام وطنداری پر ایک ایسا افسوسناک تبصرہ ہے جس کی اہمیت کوئی بہی خواہ ملک نظرانداز نہیں کرسکتا۔ حکومت نے پٹیل پٹواریوں کے مظالم سے رعایا کو بچانے کی خاطر گاؤں کے سربرآوردہ اشخاص کو ہر موضع کمیٹی کی رکنیت دی۔ ان کمیٹیوں میں ان غیر سرکاری ارکان کی اکثریت ہے۔ اگر غیر سرکاری عناصر کی موجودگی کے باوجود کاشتکاروں پر یہ ظلم ہو رہا ہے تو آندھرا کانفرنس کا فرض ظاہر ہے یہی ہوسکتا ہے کہ وہ پٹیل اور پٹواری کی خدمات کو غیر موروثی قرار دینے کی [illegible] کرے اور بجائے دیہاتوں کے نظام وطنداری کو برخاست کرنے کی تحریک پیش کرے۔ آندھرا کانفرنس نے یہ اقدام کیوں نہیں کیا ایک جواب طلب سوال ہے۔ اس کی تفصیل ہم پیش [illegible]

یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ حکومت کے منشاء اور رائے عامہ کے خلاف پٹیل پٹواری جو زیادتیاں کر سکتے ہیں وہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کو جلد بہی خواہان ملک کی توجہ کا موضوع بننا چاہئے۔

اسی قرارداد میں یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ غلے کے گوداموں میں کس قسم کی بدعنوانیاں جاری ہیں۔ یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ گوداموں کے منتظمین جنہیں سرکاری اصطلاح میں ٹوکل ڈونٹ کہا جاتا ہے بالکلیہ غیر سرکاری اشخاص ہیں۔ اگر پٹیل پٹواری وطندار ہیں تو یہ اصحاب سرمایہ دار ہیں۔ ملک کی تجارت انہی کے ہاتھ میں ہے اگر چونکہ تحریکات کے لئے سرمایہ بھی یہی افراد فراہم کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض رئیس بھی ہیں اور اکثر لیڈر ہیں۔ اور سب کے سب کسی سیاسی جماعت یا ان کے رکن کمیٹی کے نامزد کردہ ہیں۔ آندھرا کانفرنس کی قرارداد میں اس گروہ کی کارستانیوں پر جو روشنی ڈالی گئی ہے وہ قابل ملاحظہ ہے:-

"(۱) اس حیلے سے کہ اناج اچھا نہیں ہے زائد اناج وصول کیا جاتا ہے چونکہ اناج کے اچھے یا برے ہونے کا فیصلہ گوداموں کے ایجنٹوں کا اختیاری ہے اس لئے رشوت لے کر ہی وہ اناج کے اچھے ہونے کا یقین کرتے ہیں۔

(۲) رشوتیں دینے پر ہی اناج کو فوراً داخل گودام کیا جاتا ہے ورنہ تین چار روز تک باہر ہی روکا جاتا ہے (تحصیل) اناج کی رسید رشوت نہ دینے پر جلدی نہیں دی جاتی وغیرہ وغیرہ۔"

کیا ہم راجہ پنا لال پتی، سیٹھ بنکٹ لال چند ورکا اور راجہ لکشمی نواس گنیرو والا سے دریافت کر سکتے ہیں کہ انھوں نے اس گروہ کے ان افعال قبیحہ پر کیا نوٹس لی اور کونسی تادیبی کارروائی اختیار کی؟

کانفرنس کی اس قرارداد میں حکومت پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ حکومت پوشیدہ ذخائر کو برآمد کرنے کے لئے آمادہ نہیں معلوم ہوتی۔ اس الزام کی توضیح اس طرح کی گئی ہے کہ حکومت ایسے لوگوں سے غلہ وصول نہیں کرتی ہے جن کے پاس اناج کے ذخائر موجود ہیں۔ ہم اس الزام کی حد تک آندھرا کانفرنس سے بالکل متفق ہیں اور یہ بات ہم نے اب حکومت کی توجہ میں لانے کی کوشش کی ہے۔ ہم آج بھی یہی کہیں گے کہ ملک میں اناج کے ذخائر موجود ہیں جو بازار میں اس لئے نہیں لائے جا رہے ہیں کہ ذخیرہ بازوں کو نفع اندوزی کی لت پڑ چکی ہے۔ لیکن ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ حکومت ذخیرہ بازوں سے کیوں چشم پوشی کر رہی ہے۔ یہاں حکومت سے ہماری مراد عمال حکومت ہے۔ ہم آندھرا کانفرنس کے ممبروں سے پوچھتے ہیں کہ اس نے پوشیدہ ذخائر کی تحقیق کیلئے کیا

ہم اس عوامی ادارہ کے کارکنوں سے پوچھ سکتے ہیں کہ ان کی یہ وسیع تنظیم آخر کس کام آئے گی اگر آج وہ پوشیدہ ذخائر کی نشاندہی کرکے یہ اناج کو غریبوں کے لئے سستا کرنے میں پیش پیش نہ رہے۔

اسی قرارداد میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ قیمتوں کی نگرانی کی پالیسی پر عمل نہ ہونے کی وجہ سے ہر موضع ایک چور بازار بن گیا ہے۔ ہمیں اس رائے سے بھی اتفاق ہے۔ اس انکشاف سے دو واقعات پر روشنی پڑتی ہے۔ ایک تو یہ کہ مواضعات میں غلہ موجود ہے اور دوسرے یہ کہ غلہ موجود ہونے کے باوجود صرف نفع اندوزی کے جذبے کے تحت اس کو عوام سے دور رکھا جا رہا ہے۔ جس کے صاف معنے یہ ہیں کہ پٹیل پٹواری اور دیگر مقامی عہدہ داروں نے ذخیرہ بازوں اور نفع اندوزوں سے ساز باز کر لی ہے۔ یہ مسئلہ بطور خاص آنریبل مسٹر گرگن کی توجہ کا محتاج ہے۔ اگر مسٹر گرگن آندھرا کانفرنس کے اس بیان کو باور کریں ——— اور اس بیان کو باور نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ——— تو غذائی مسئلہ کا حل صرف یہ باقی رہ جاتا ہے کہ اناج کو عوام تک ان داموں پر پہونچایا جائے جو وہ بآسانی ادا کر سکتے ہیں۔

قرارداد میں جو مقامی اخبارات میں شائع ہوچکی ہے انسداد رشوت ستانی کے مسئلہ پر بھی کافی زور دیا گیا ہے۔ ہم بھی اس مسئلہ پر بار بار قلم اٹھا چکے ہیں اور آج پھر اس عام خیال کا اعادہ کرتے ہیں کہ غذا کی مصنوعی قلت اور ناقابل برداشت گرانی کی بڑی وجہ یہی ہے کہ پٹیل پٹواری اور کم مواجب ملازمین کو سرمایہ داروں نے رشوت کے ذریعہ اپنی نفع اندوزی کا آلہ بنا لیا ہے۔ حیرت اس امر پر ہے کہ حکومت یہ سن کر خاموش ہو جاتی ہے اور عوامی اداروں کے لیڈر ذخیرہ بازوں اور نفع اندوزوں کا دو تعاقب کرتے ہیں اور چونکہ میں انہیں ہدف ملامت بناتے ہیں۔

آندھرا کانفرنس کی قرارداد کو جسے منظور ہوئے تقریباً تین ماہ کا عرصہ ہوتا ہے آج موضوع بحث بنانا ہم نے اس لئے ضروری سمجھا کہ آج وہ آندھرا اضلاع یعنی نلگنڈہ اور محبوب نگر میں غذائی قلت کے چرچے ہو رہے ہیں اور ایک اخباری اطلاع کے مطابق کمرشیل کارپوریشن ایک لاکھ تھیلے جوار اور کئی ہزار تھیلے باجرہ ان اضلاع کو روانہ کر رہا ہے۔ کیا محکمہ رسد کو یقین ہے کہ یہ سارا غلہ جس کے حمل و نقل میں ہزاروں روپے کا پٹرول صرف ہو رہا ہے واقعی غریب رعایا تک پہونچے گا؟ کیا محکمہ رسد نے اطمینان کر لیا ہے کہ یہ غلہ بھی چور بازار کا سرمایہ نہیں بنے گا!

گذشتہ سال کا تجربہ ہمیں بتاتا ہے کہ غلہ کا فراہم کرنا آسان ہے لیکن غلہ کو غریب عوام تک پہونچانا مشکل ہے۔ اگر غلہ کی تقسیم کے لئے تاجروں کو وسیلہ قرار دیا جائے تو خطرہ لگا رہتا ہے کہ حکومت کا فراہم کردہ غلہ کہیں بھی غائب ہو جائے اس لئے مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہر موضع میں امداد باہمی کی فروخت کے لئے امداد باہمی کی ایک انجمن تشکیل دی جائے جو غلہ کی فروخت اور تقسیم کا کام انجام دے۔

جنگی کشتی حیدرآباد کی سرگرمیاں

تقریباً تین سال پہلے جبکہ بحر اوقیانوس کی جنگ بہت شدت سے جاری تھی اعلیٰ حضرت بندگان عالی نے آبدوزوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک جنگی کشتی فراہم کرنے کی غرض سے برطانوی بحری وزارت کو بیس لاکھ روپے عطا فرمائے۔ اس رقم سے برطانوی بحریہ کے لئے ایک جنگی کشتی فراہم کی گئی جس کا نام "حیدرآباد" رکھا گیا۔ ۳۱ دسمبر ۱۹۴۲ء کو ختم ہونے والے سال میں یہ کشتی ستر جنگی جہازوں کی حفاظت کرتی رہی اور ۵۵۲۶۱ میل کا سفر کیا جس کا اوسط ۲۳۲ میل یومیہ ہے اور یہ زمانہ اس کشتی کی سرگرمیات شروع ہونے کے بعد سب سے زیادہ محنت کا زمانہ تھا۔ بحر روم میں اس کشتی نے تقریباً سات ماہ تک حفاظتی فرائض انجام دیے اور اس عرصہ میں دشمن نے کوئی کارروائی نہیں کی جو اس کے دریانوردوں کے لئے ایک طرح مایوسی کا باعث تھا۔ اس کشتی کو دشمن کی جس کارروائی سے سابقہ پڑا وہ بحری سرنگیں تھیں نظر پڑتے ہی گولی مار کر سمندر کی تہہ میں پہنچا دیا گیا۔ تاہم جب کبھی ممکن ہوتا کشتی کے ملاح چست و چوبند بنے کے لئے آبدوزوں کو ڈوبانے، طیارے گرانے اور دھوئیں کی چادر پھیلانے کی مشقیں کرتے رہتے جب یہ کشتی بندرگاہ میں لنگر انداز ہوتی تو اس کی ضروری دیکھ بھال کی جاتی اور فرصت کے اوقات ورزشی کھیلوں میں صرف کئے جاتے۔ کرسمس کی تیاری پورے زور و شور سے کی گئی اور جب وہ دن آیا تو کشتی ایک بندرگاہ میں لنگر انداز تھی اور ہر شخص نے قدیم انگریزی روایات کے مطابق اس روز خوب کھایا پیا، خوشیاں منائیں اور پھر آرام میں گذاردی۔

دشمن کی آبدوزوں کے مقابلہ میں (۲ اپریل ۱۹۴۳ء سے قبل) جرأت اور بہادری کے اس کشتی کے دریانوردوں میں سے لفٹننٹ ٹامس کوپر آر۔ این۔ آر اور لفٹننٹ پرل چارلس ایمس آر۔ این۔ وی۔ آر کو ڈسٹنگشڈ سروس کراس، پیری ٹاسکر ڈی۔ جے ۱۲۰۸۹ کو ڈسٹنگشڈ سروس میڈل دیا گیا اور جان بیکن ترپک ۵۵۲۶۰ اور ایوان ریلنڈ میری پیکٹ پی ایم ۵۱۳۴۵ کا ذکر مراسلات میں کیا گیا۔

حیدرآباد میں گھریلو صنعتوں کا احیاء

تربیتی ادارہ کی مصروفیات

اعلیٰ حضرت فرمانروائے حیدرآباد دکن نے ادارہ مصنوعات دیہی کا افتتاح فرماتے ہوئے یہ خیال ظاہر فرمایا تھا کہ دنیا کے تمام ممالک میں اپنے ملک میں بنائی ہوئی اشیاء خریدنے کا رجحان پایا جاتا ہے خواہ یہ اشیاء درآمد کردہ چیزوں کے مقابلہ میں خراب ہی کیوں نہ ہوں۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ حیدرآباد میں بھی اس فطری اور عالمگیر رجحان پر کیوں عمل نہ کیا جائے۔ چنانچہ حضرت بندگانِ اقدس نے اپنی رعایا کو توجہ دلائی کہ وہ خود اپنے ملک کی تیار کی ہوئی اشیاء کو استعمال کریں اور محکمہ تجارت و صنعت کا یہ فرض قرار دیا کہ وہ بھی اس رجحان کے تحت ملک کی ضروریات پوری کرنے کی کوشش کرے۔ حضرت بندگانِ عالی اپنے ملک کی تیار کردہ اشیاء خرید اور استعمال فرماتے ہیں اور باشندگان ممالک محروسہ اپنے شاہ ذیجاہ سے اس قدر محبت اور عقیدت رکھتے ہیں کہ ملکی مصنوعات استعمال کرنے کے بارے میں ذات شاہانہ کی مثال ہی ان کے لئے سب سے بڑی ترغیب ہے۔ حکومت سرکارِ عالی نے بھی اعلیٰحضرت بندگانِ عالی کے حکیمانہ ارشادات سے فیض یاب ہو کر ممالک محروسہ کی گھریلو صنعتوں کو ترقی دینے کے لئے ایک تفصیلی پروگرام مرتب کیا۔

حکومت سرکارِ عالی کی یہ پالیسی ہے کہ مشینوں سے تیار کی ہوئی اشیاء کے مقابلے کے باوجود گھریلو صنعتوں کی حفاظت کی جائے اور انہیں ترقی دی جائے چنانچہ صنعتی محفوظ سرمایہ کے منافع کا ایک حصہ چھوٹی صنعتوں کی امداد کے لئے مختص کر دیا گیا ہے جس سے بطور قرض مالی امداد دی جاتی ہے۔ صنعتی تعلیم حاصل کرنے کے لئے وظائف عطا کئے جاتے ہیں اور مشیرآباد میں دستکاروں کی تربیت کے لئے ایک تربیتی ادارہ بھی قائم کیا گیا ہے۔

دستی پارچہ بافی ممالک محروسہ سرکارِ عالی کی اہم ترین گھریلو صنعت ہے۔ چنانچہ اس ملک میں ایک لاکھ سے زائد کرگھے جاری ہیں جن سے تیار کیا ہوا کپڑا ملک کی نصف آبادی کے لئے لباس مہیا کرتا ہے۔ گھریلو صنعتوں بالخصوص دستی پارچہ بافی اور رنگ ریزی و چھاپا کاری جیسی متعلقہ صنعتوں کو ترقی دینے کی غرض سے ۱۳۴۵ف میں مشیرآباد میں ایک تربیتی مرکز مصنوعات دیہی قائم کیا گیا تھا۔ اس مرکز کے قیام کا مقصد یہ ہے کہ بافندوں کو منظم کیا جائے اور انہیں پارچہ بافی کے جدید طریقوں کی تعلیم دی جائے تاکہ ان کا تیار کیا ہوا مال درآمد کردہ اور گرنیوں میں تیار شدہ مال کا مقابلہ کر سکے۔ اس کے علاوہ یہ مرکز جلد کام کرنے کے طریقے بھی دریافت کرتا ہے اور بافندوں کے لئے نئے نمونے تیار کرتا ہے اور بافندوں کے لئے نئی قسم کے آلات بھی فراہم کرتا ہے مزید برآں یہ مرکز صنعتی اداروں اور مدرسوں کو حسب ضرورت فنی امداد اور مشورہ بھی دیتا ہے چنانچہ صنعتی اور پیشہ وارانہ تعلیم کے محکمہ کے قائم کردہ صنعتی مدارس اور حیدرآباد اور سکندرآباد میں موزہ بافی، پارچہ بافی، رنگ ریزی اور چھاپہ کاری کے تمام کارخانے اس مرکز کی فراہم کردہ سہولتوں سے مستفید ہوتے ہیں ۲۲ سے زیادہ صنعتی مدارس اور ادارے اس مرکز سے فنی امداد حاصل کر چکے ہیں اور ان میں سے بعض کے لئے خام اشیاء بھی فراہم کی گئیں۔

گھریلو مصنوعات کو خوشنما بنانے کے لئے اس مرکز نے ایک ماہر کی خدمات بھی حاصل کی ہیں جس نے اب تک ۹ قسم کے نئے نمونے رائج کئے ہیں اور یہ نمونے مختلف قسم کے سوتی اور ریشمی کپڑے تیار کرنے میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ رنگوں کی آمیزش کے نئے طریقے بھی رائج کئے گئے چنانچہ پارچہ بافی کے لئے ۹۰ شطرنجیوں کے لئے ۵ اور چھاپا کاری کے لئے ۲۲ نمونے اختیار کئے جا چکے ہیں۔

جیکارڈ اور ڈول قسم کے کپڑوں کی تیاری سے متعلق تجربے کئے جا رہے ہیں۔ بعض اقسام کے کپڑے بننے کے آلات بھی اس مرکز میں تیار کئے جاتے ہیں اور کرسیوں کی تیاری کے ضمن میں بھی کچھ مفید تجربے کئے گئے ہیں۔ ۱۳۴۵ف اور ۱۳۵۲ف کی درمیانی مدت میں اس مرکز کے مختلف شعبوں نے (۱۰۶۷۳۸) روپے مالیت کے کپڑے اور دوسری چیزیں تیار کیں اور (۲۲۳۰۴۹) روپے مالیت کی اشیاء فروخت کیں۔ اس مرکز کے مختلف شعبوں میں اب تک ۵۰۰ اشخاص تربیت حاصل کر چکے ہیں۔

جنگی ضروریات

گزشتہ تین سال کے دوران میں اس مرکز نے حکومت ہند کے لئے (۲۲۰۰۰) کمبل تیار اور فراہم کئے۔ اس کے علاوہ نیلا کپڑا، جھاڑن، تولئے، چادریں، گنجیں، جھنڈیاں، رسیاں، گہری کپڑا، دستیاں اور پٹیاں باندھنے کا کپڑا وغیرہ بھی حکومت ہند کے محکمہ رسد کی ضروریات پوری کرنے کے لئے تیار کیا گیا۔

مصنوعات کی فروخت کا انتظام

مصنوعات کی فروخت کا انتظام بھی اتنا ہی اہم ہے جتنا کہ جدید طریقہ کار کی تربیت چنانچہ حکومت نے شہر حیدرآباد اور گلبرگہ اور کریم نگر جیسے اہم مقامات پر گھریلو صنعتوں کے لئے متعدد فروخت گاہیں قائم کی ہیں۔ ان فروخت گاہوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ کیا جا رہا ہے تاکہ انتظام تمام ممالک محروسہ میں پھیل جائے۔ حیدرآباد میں جو فروخت گاہ قائم ہے اس کی وجہ سے ایسی متعدد صنعتوں کے احیاء اور ترقی میں بہت امداد ملی جن کے معدوم ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ ان صنعتوں میں قالین بافی، کھلونا سازی اور بیدری کام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

سنہ ۱۳۵۲ف میں سررشتہ مارکٹنگ کی مصروفیات

چیف مارکٹنگ افسر صاحب کی رپورٹ بابت ۱۳۵۲ف پر سرکاری تبصرہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سال زیر تبصرہ میں حکومت ہند سے اشتراک عمل کرتے ہوئے کئی چیزوں مثلاً ترکاریوں، آلو، ہڈی، ہڈی کی کھاد، پیاز اور پھلوں وغیرہ سے متعلق سروے کے کام تیزی کے ساتھ کئے گئے۔ تاہم تبصرہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ غلہ و دالان مال اور [illegible] مارکٹ کے فراہمی اغذیہ کے مسائل میں منہمک رہنے کی وجہ سے دوران سال زیر تبصرہ شعبہ مارکٹنگ کی معمولی سرگرمیاں کسی قدر محدود رہیں۔ نیز مارکٹنگ سروے کے متفرق کاموں میں بھی قدرے تاخیر ہوگئی۔ کیونکہ مرکزی محکمہ زرعی مارکٹ کو زیادہ اہم مسائل کے متعلق فوری طور پر مختلف معلومات فراہم کرنا پڑیں۔

بارش

امرداد ۱۳۵۱ف سے تیر ۱۳۵۲ف کے زرعی سال میں تلنگانہ اور مرہٹواڑی کے علاقوں میں بہ حیثیت مجموعی بارش اطمینان بخش رہی۔ بعض مقامات پر جہاں بارش کی زیادتی کی وجہ سے خریف کی فصل کو نقصان پہنچا تھا اس کی تلافی ربیع کی اچھی فصل سے ہو گئی۔ البتہ علاقہ کرناٹک کی حالت عام طور پر غیر اطمینان بخش رہی۔

مارکٹ کمیٹیوں کی بہتر حالت

تبصرہ میں بتایا گیا ہے کہ سنہ ۱۳۵۲ف اور ۱۳۵۱ف کے درمیان جو مال مارکٹوں میں آیا اس کا تقابل گزشتہ سال کے ساتھ اس وجہ سے نہیں کیا جا سکتا ہے کہ اس دوران میں فصلی سال کے بجائے زرعی سال کو رائج کر دیا گیا لیکن سال گزشتہ کے اعداد و شمار کے مقابلہ میں مارکٹ کمیٹیوں کی مالی حالت زیادہ بہتر ہوئی مثلاً ۱۳۵۱ف ختم میں (۱۹۹۰۰۰) روپے کی آمدنی کے مقابلہ میں بعد ان سال زیر تبصرہ مارکٹ کمیٹیوں کی آمدنی (۲۳۲۰۰۰) روپے رہی اور ان کی اختتام سال سنہ ۱۳۵۱ف کے (۱۱۴۰۰۰) روپے سے بڑھ کر ۱۳۵۲ف کے ختم پر (۲۲۵۰۰۰) روپے ہو گئی۔

تفصیلی رپورٹیں

سال زیر رپورٹ میں ارنڈی کی مارکٹنگ کے متعلق تفصیلی رپورٹ مرتب کر کے حکومت ہند کے مشیر زرعی مارکٹ کو روانہ کی گئی۔ جوار، باجرہ، مرچ اور مرغیوں وغیرہ

بقیہ سلسلہ صفحہ (۱۱)

عالم اسلام اور جنگ

مسٹر فلبی کا ایک سوال

عالمگیر جنگ اب پانچویں سال میں جاری ہے۔ اس عرصے میں دنیا کی ہر قوم ، ہر ملک کسی نہ کسی رنگ میں اس جنگ کے زیر اثر رہا۔ جنگ پولینڈ کی سرحد پر شروع ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے امریکہ، پولینڈ، برطانیہ، ناروے، بلجیم، ہالینڈ، فرانس، ان لینڈ، اٹلی، روس، جاپان اور امریکہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ یورپ کے ملکوں میں سے شاید کوئی علاقہ ہو گا جس کی حکومت اور قوم نے کسی نہ کسی صورت میں اس خونریز کھیل میں شرکت نہ کی ہو۔ جرمنی کی طرف سے شرقی اور وسطی یورپ میں جنگ کے بیسیوں میدانوں میں لڑ رہی ہیں، امریکہ، روس اور برطانیہ کی جانب سے دنیا کے چھوٹے بڑے ۳۱ ملک موت و ہلاکت کی وادیوں کو عبور کر رہے ہیں۔ مشرق میں چین، جاپان، سیام اور ہند چینی وغیرہ علاقے بھی جنگ کے بھڑکتے ہوئے الاؤ میں کود رہے ہیں۔ لیکن یہ ایک حیرت انگیز امر واقعہ ہے جس کی طرف لوگوں کی توجہ کم گئی ہے کہ جہاں تک عالم اسلام یعنی مسلمان ملکوں اور قوموں کا تعلق ہے، وہ اس جنگ سے قریباً بالکل الگ تھلگ ہے۔

مسٹر جان فلبی جو کسی زمانے میں ہندوستان کے آئی سی ایس کے ایک ممتاز رکن تھے جنہوں نے عرب کی سیاحت اتنے انداز سے کی کہ ان پر مسلمان ہونے کا گمان ہونے لگا۔ جنہوں نے سعودی عرب کی حکومت میں اس طرح جگہ حاصل کر لی کہ عبداللہ فلبی کے نام سے موسوم ہوئے اور جنہوں نے عرب سیاسیات میں اس طرح دخل دیا کہ برطانیہ کے سیاسی حلقوں میں ان کو دوسرا کرنل لارنس قرار دیا گیا۔ ایک تازہ مضمون میں لکھتے ہیں:

> امر واقعہ یہ ہے کہ ایک مسلمان قوم نے بھی اپنی مرضی سے اس جنگ میں حصہ نہیں لیا۔ دو وہ حصے لے رہی ہے بالشبہ ہزاروں لاکھوں مسلمان جنگ میں لڑ رہے ہیں اور مر چکے ہیں یا مر رہے ہیں لیکن ان کی شرکت جنگ محکوم غیر ملکی رعایا کی حیثیت سے ہے جو ان کے علاقوں پر حکمران ہیں۔
>
> صرف دو ایران علانیہ غیر جانبدار ہیں مگر فوجی قبضے یا علاقے کے فوجی استعمال کے باعث ملکوں کو اتحادیوں کے مقاصد کی مدد کرنی پڑ رہی ہے۔ عربی دنیا کے بعض ابتدائی علاقوں کو بھی یہ حال ہے۔ عراق ۱۹۴۱ء میں برطانیہ کے خلاف جنگ آزما ہوا تھا اور اب اس نے محوری طاقتوں کے خلاف اعلان جنگ کر رکھا ہے لیکن معاملے کی حقیقی نوعیت ان چار مسلمان سلطنتوں کے طرز عمل سے معلوم ہو سکتی ہے جو صحیح معنوں میں آزاد اور خود مختار ہیں۔ یعنی ترکی، سعودی عرب، یمن اور افغانستان اور یہ سب کے سب غیر جانبدار ہیں۔

مسٹر فلبی پوچھتا ہے کہ ان مسلمان ملکوں کی غیر جانبداری کی توجیہ کیا ہو سکتی ہے۔

حقیقت میں یہ بہت اہم سوال ہے۔ مسٹر فلبی کو عالم اسلام کی نبض پہچاننے اور اس کے دل کی دھڑکن معلوم کرنے کا جو ملکہ حاصل ہے وہ اس کی زندگی سے ظاہر ہے۔ اس نے عرب کا چپہ چپہ چھانا ہے اور ایک مدت تک وہ سعودی عرب میں مسلمان بن کر وزارت کے عہدے پر فائز رہ چکا ہے اور اس کو حق ہے کہ اس سوال کا خود ہی جواب دے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:-

> سوال کے جواب کا ایک حصہ عہد حاضر کی تاریخ پیش کرتی ہے۔ ترکوں اور عربوں نے گذشتہ جنگ عظیم میں مختلف فریقوں کی طرف سے حصہ لیا۔ لیکن نتیجہ یہ نکلا کہ جو انہیں کچھ نفع حاصل نہ ہوا۔ اور اختتام جنگ کے بعد بھی ہم سے لڑتے تمام بڑی بڑی حکومتوں کی طرف سے ان لوگوں کے دلوں میں شدید بے اعتمادی جاگزیں ہے اور بے اعتمادی ان کے تجربات کا نتیجہ ہو اپنے مقاصد اور عزائم کے لحاظ سے وہ محسوس کرتے کہ اس دوسری جنگ عالمگیر سے ان کا کوئی مفاد وابستہ ہے لہٰذا وہ فیصلہ کر چکے ہیں کہ جتنا ممکن ہو اس جنگ سے باہر ہی رہیں گے۔

مسلمان ممالک کا یہ تلخ تجربہ اس بات کا باعث ہوا ہے کہ وہ جنگ کی بساط پر شریک ہونے کا جوا نہ کھیلیں۔ فتح محوریوں کی ہو یا یورپ کی یورپین اقوام دونوں حالتوں میں عالم اسلام ہی کو خطرہ ہے۔ چنانچہ جنگ عظیم کے بعد جرمنی اور اس کے اتحادیوں کے ایک بھی کسی غلامی کا طوق نہ پہنایا گیا۔ جرمنی و آسٹریا جنگ کے بانی ہونے کے باوجود آزاد ہے۔ سرویا، مانٹی نیگرو، اور بلغاریہ سب کے باشندے غلامی سے محفوظ رہے۔ مگر مسلمان ممالک بیت المقدس جو فاتحین کے ساتھی بھی تھے ان کی گردنوں پر بھی اتحادی حکومتوں کے انتداب کا جوا رکھ دیا گیا۔ اور مسٹر فلبی نے عالم اسلام کی غیر جانبداری کی بالکل صحیح توجیہ کی ہے۔

ان حالات میں یہ سوال خاص اہمیت رکھتا ہے کہ فریقین جنگ میں سے اب فتح مند ہونے والا فریق مسلمان اقوام کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتا ہے۔ فلبی تو اس سوال کا جواب صرف اس قدر دیتا ہے کہ اتحادی مسلمان ممالک کے معاملات میں دخل نہ دیں۔ بلکہ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیں تاکہ وہ اپنے مزاج طبیعت اور حالات اور سب سے زیادہ اپنے مذہب کے مطابق اپنی راہ طے کر لیں۔

لیکن ہمارے نزدیک مسئلہ اس سے زیادہ وسیع ہے۔ سوال صرف آزاد مسلمان ملکوں کا نہیں کہ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ بلکہ اس کا بھی ہے کہ جو مسلمان اقوام اتحادیوں کی محکوم ہیں ان کی غلامی کی زنجیریں بھی کاٹی جائیں جیسے فلسطین، شام، مصر، عراق، سوڈان اور ہندوستان وغیرہ اور جو مسلمان علاقے محوریوں سے واپس لئے گئے ہیں جیسے طرابلس، نیز، تیونس، الجیریا اور مراقش جو فرانس کے تحت تھے۔ مگر اتحادیوں نے انہیں جرمنی و اطالیہ سے واپس لیا ہے۔ ان کو بھی آزاد کر دیا جائے۔ اتحادی مستقبل کے نظام کے متعلق بار بار کا فقرہ کر رہے ہیں۔ لیکن اگر انہوں نے اس مسئلے کا فیصلہ اس طرح نہ کیا۔ جیسا کہ ہم نے عرض کیا۔ تو ان کی ساکھ دو کوڑی کی نہ رہے گی۔

(کوثر۔ لاہور)

رومانیہ کے لیے روس کی شرائط

ماسکو۔ ماسکو ریڈیو نے سوویٹ حکومت کی وہ شرائط ایک مرتبہ پھر نشر کی ہیں جو ۲ اپریل ۱۹۴۴ء کو رومانوی حکومت کو بھیجی گئی تھیں۔ روس کی یہ شرائط حسب ذیل ہیں:-

۱۔ جرمنی سے قطع تعلق کر لیا جائے اور اتحادیوں کے (بشمول سرخ سپاہ) ساتھ مل کر رومانیہ کی آزادی اور خود مختاری کی بحالی کے لئے جرمنوں کے خلاف جنگ کی جائے۔

۲۔ روس اور رومانیہ کی وہ سرحد میں جو ۱۹۴۰ء کے معاہدے میں طے پائی تھیں قائم کر دی جائیں۔

۳۔ رومانیہ کی فوجی کارروائیوں سے اور روسی علاقے پر اس کے قبضہ کے دوران میں جو کچھ نقصان ہوا ہے اس کا تاوان ادا کیا جائے۔

۴۔ تمام روسی اور اتحادی اسیران جنگ اور نظر بند واپس کر دئے جائیں۔

۵۔ فوجی ضرورت کے مطابق رومانیہ میں اتحادی اور روسی افواج کو ہر سمت سے گذرنے کی آزادی کا یقین دلایا جائے اور اس کارروائی میں رومانوی

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۱۱)

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

بلا تنقید

سرپا پیٹھ میں ۲۱ ستمبر کو کمیونسٹوں کے زیر اہتمام یوم اتحاد منایا گیا جس میں وینکٹ نرسیا صاحب نے تقریر کرتے ہوئے کمیونزم سے اپنی مخالفت کا اظہار کیا اور ہندو مسلم اتحاد پر زور دیا۔ وشوا متر جب (آریہ سماج) نے پاکستان کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ دلوں کی تبدیلی کے بغیر اتحاد ناممکن ہے۔ ڈاکٹر شرما نے کہا کہ ملک کی تقسیم کرنا بڑا ہی گناہ ہے جیسے ماں کے ٹکڑے کر دینا ہے۔ آپ نے کہا کہ اتحاد کے لئے گاندھی جی اور جناح کی ضرورت ہے مگر اس سلسلہ میں کامریڈ پی۔ سی۔ جوشی کی تصویر کا قائل نہیں۔

ڈائس پر گاندھی جی اور مسٹر جناح کی تصاویر کے درمیان پی۔ سی۔ جوشی کی تصویر آویزاں کی گئی تھی۔

(اخباری اطلاع)

لارڈ ویول کے نقطۂ نظر کی حمایت کرتے ہوئے ٹائمز آف انڈیا تحریر کرتا ہے کہ:۔

"دوسرا اعتراض یہ ہے کہ لارڈ ویول نے ایک نئی شرط عائد کی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وائسرائے نے صرف یہ بات واضح کی ہے کہ عارضی حکومت کو کامیاب ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کی تشکیل سے پہلے ہندوؤں، مسلمانوں، اور تمام اہم عناصر میں اتحاد ہو۔"

ہمارے ایک سائنس داں دوست اس کی یہ تعبیر کرتے ہیں کہ اہم عناصر سے مراد عناصر اربعہ یعنی آب و آتش و خاک و باد ہے اور جب تک ان عناصر اربعہ میں اتحاد نہ ہو سیاسی تعطل دور نہیں ہو سکتا۔

محکمہ صحت عامہ میعادی بخار کے اثرات کی رفتار کو بہت غور سے دیکھ رہا ہے۔ (ایک اعلان)

اور میعادی بخار کے مریض کہہ رہے ہیں سے

ان کے دیکھے سے جو آجاتی ہے منہ پر رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

حیدرآباد کمرشیل کارپوریشن میں کانفرنس۔

(ایک اخباری سرخی)

کیا قیمتوں میں مزید اضافہ کی کوئی تدبیر سوچی جا رہی ہے؟

بلدیہ حیدرآباد نے دس ماہ میں بارہ لاکھ روپے محاصل جمع کئے۔ (ایک خبر)

اسقدر محاصل جمع ہونے کے باوجود شہر کی ہر گلی میں مچھروں کی پرورش گاہیں بدستور قائم ہیں!!

"ترجمان ملت" تحریر کرتا ہے کہ:۔

"روس کے مسلمان" پر ہمارے ایک حیدرآبادی مسلمان مسٹر مخدوم محی الدین کی ایک تقریر کتب خانہ نام پلی میں مسٹر عبداللطیف صاحب کے زیر صدارت ہوئی۔ ہمیں امید تھی کہ اس تقریر میں وہاں کے مسلمانوں کے صحیح حالات پر روشنی ڈالی جائے گی۔ مگر وہاں کے مسلمانوں سے زیادہ فاضل مقرر نے روس کے انقلاب اور اس کی تیاریوں اور انقلابی اصولوں سے دلچسپی کا اظہار کیا۔"

ہمارا بھی یہی خیال ہے کہ اس تقریر میں مسلمانوں کا ذکر آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں تھا۔ بات دراصل یہ ہے کہ مسلمانوں کے نام سے کھیلنا مصلحت وقت ہے۔ انقلاب زندہ باد!

یہ امر باعث مسرت ہے کہ ملک میں کمیونسٹ نوجوانوں کا طبقہ ہندو مسلم سمجھوتہ کی اہمیت اور ضرورت کو شدت کے ساتھ محسوس کر رہا ہے۔ ہماری دلی خواہش ہے کہ یہ طبقہ اپنے مقاصد میں کامیاب و کامران ہو۔

(ایک معاصر)

اور ہماری دلی خواہش صرف یہ معلوم کرنا ہے کہ کمیونسٹ نوجوانوں کے مقاصد کیا ہیں! ہم صرف اس قدر جانتے ہیں کہ یہ نوجوان سرمایہ داروں سے ٹکرانا نہیں چاہتے۔ کیا راجہ پنالال پتی اس کی وجہ بتا سکتے ہیں!

رکشا گاڑیوں کی حالت زار پر معاصر "دکن" اس طرح نوحہ خواں ہے:۔

"حیدرآباد کی پبلک عرصے سے یہ محسوس کر رہی ہے کہ رکشا گاڑیوں کی حالت اطمینان بخش نہیں ہے اور یہ امیدیں دلائی جا رہی ہیں کہ ان کی بہبود کے لئے یہ تجاویز کی جائیں گی اور وہ تجاویز عمل میں لائی جائیں گی مگر اب تک کچھ نہیں ہوا ہے۔ بلدیہ کا عمل جدید شروع ہو کر تقریباً گیارہ ماہ ہو رہے ہیں۔"

دنیا امید پر قائم ہے۔ ہمیں بھی امید رکھنی چاہئے کہ رکشا گاڑیوں کے ساتھ ساتھ بلدیہ کی حالت بھی کسی نہ کسی وقت ضرور اطمینان بخش ہو جائے گی۔ ابھی تو صرف گیارہ ماہ ہوئے ہیں۔

جب بلدیہ کا ذکر آ ہی گیا تو یہ بھی سن لیجئے کہ بعض مقامی جرائد نے ایک مراسلہ شائع کیا ہے جس میں مراسلہ نگار نے تحریر کیا ہے کہ:۔

"راجہ ہربنس چند صاحب کا پرشش ابھی دور نہایت کامیاب رہا .... مسٹر ہربنس چند ہوں یا کوئی اور اپنے خدمات کو عمدگی سے انجام نہیں دے سکتا جب تک اس کو سکون قلب میسر نہ ہو اور اس کا یقین نہ ہو جائے کہ اس کو اسی سررشتہ میں خدمات انجام دینے ہیں .... کوئی وجہ نہیں پائی جاتی کہ موصوف کی توسیع کے احکام جلد از جلد کیوں نافذ نہ فرمائے جائیں۔"

ہمارے نامہ نگار خصوصی کی اطلاع ہے کہ راجہ صاحب توسیع کے خواہشمند نہیں بلکہ وہ اسقدر جمہوریت پسند واقع ہوئے ہیں کہ میعاد کے اختتام سے قبل ہی مجلس بلدیہ کے انتخابات کے متمنی ہیں۔ البتہ اُن کے بعض نادان دوست اس قسم کے مراسلے شائع کر کے ان کے "سکون قلب" کو غارت کر رہے ہیں۔

ایک معاصر نے اپنے نامہ نگار کی بھیجی ہوئی یہ خبر شائع کی ہے کہ:

"تلہ و سرسطح میں تقریباً پانچ چھ روز سے بارش کا سلسلہ جاری اور خریف کی حالت بہت اچھی ہے۔ گو عام طور سے یوں کی جوار خراب رہا ہے لیکن تغیر ہو رہا ہے اس وقت تک غلہ کی فراہمی میں کوئی دشواری نہیں ہے۔"

جب تک معاصر رعیت اس خبر کی تردید نہ کرے ہم اس کو باور کرنے تیار نہیں۔

کانگریس لیگ سمجھوتہ کے خلاف

گوپی چند اور خضر حیات کی سازش

اخبارات پڑھنے سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پنجاب کے کانگریسی اور ہندو گاندھی جی کی ان کوششوں کا ساتھ نہیں دے رہے ہیں جو کانگریس لیگ اتحاد حاصل کرنے کے سلسلہ میں کی جا رہی ہیں۔ لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے جس طرح بنگال میں کرن شنکر رائے اور ڈاکٹر شیاما پرشاد مکرجی یہ ظاہر کرنے کے لئے اخبارات کو آلۂ کار بنائے ہوئے ہیں کہ بنگالی اتحاد کے حامی نہیں ہیں اسی طرح پنجاب میں یونینسٹوں کے دوست ڈاکٹر گوپی چند صاحب گو ابھی ابھی کو بنانے کے لئے طرح طرح کی سازشیں کر رہے ہیں۔ انہیں کہاں تک اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہوئی اور پنجاب کے کانگریسی کس حد تک ان کا ساتھ دے رہے ہیں اس کا اندازہ کرنے کے لئے چند واقعات بیان کر دینا کافی ہے۔

اخبارات میں جب گاندھی جناح ملاقات کی خبر شائع ہوئی اس یونینسٹ پارٹی کے پیرو مرشد خضر حیات خاں شملہ میں تشریف رکھتے تھے جب انہیں معلوم ہوا کہ جناح صاحب نے راجہ جی کی تجاویز کو مسترد کر دیا ہے تو انہوں نے یقین کر لیا کہ اب گاندھی جی اور جناح صاحب درمیان گفت و شنید کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ چنانچہ فوراً وہ دوڑ کر لاہور واپس آئے اور ۲۰ اگست کو ایک پر تکلف دعوت دی گئی جس میں ڈاکٹر گوپی چند اور پنجاب اسمبلی پارٹی کے ڈپٹی لیڈر سردار سنتوکھ سنگھ بھی شریک تھے۔ یہاں گاندھی جی کے خلاف تحریک شروع کرنے کی تیاریاں کی گئیں۔

اس سلسلہ میں یہ طے کیا گیا کہ سب سے پہلے آل پارٹیز ہندو کانفرنس کو کامیاب بنایا جائے۔ جو ۳ اگست کو ہونے والی تھی۔ ہندوؤں کے فرقہ وارانہ جذبات خوب بھڑکائے گئے کانفرنس میں شریک ہونے والے نمائندوں کا بڑی احتیاط سے انتخاب کیا گیا۔ ان تمام باتوں کے باوجود کانفرنس میں تجویز متفقہ طور پر پاس نہیں ہو سکی حاضرین میں سے ایک ہندو رہنما نے چیلنج دیا کہ یہ کانفرنس پنجاب کے ہندوؤں کی صحیح نمائندہ نہیں ہے اور تمام حاضرین سے اپیل کی کہ اس وقت تک کوئی فیصلہ نہ کریں۔ جب تک گاندھی جی اور جناح صاحب کی ملاقات نہ ہو جائے۔ انھوں نے بتایا کہ اس قسم کی باتوں سے دونوں رہنماؤں کی کوششوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے جو تعطل ختم کرنے کے لئے کی جا رہی ہیں۔ تالیوں سے کئی مرتبہ ان کی اہمیت روا رکھی گئی۔ دو تجویز کے مخالفین کو تقریر کرنے کی اجازت نہ دینے پر حاضرین نے صدر سے احتجاج بھی کیا۔ ایسے حالات میں اخبارات کے نامہ نگاروں سے کہا گیا کہ وہ پہلے سے کانفرنس کے منتظمین کو اپنی رپورٹ دکھا دیں۔ اس کے خلاف پنجاب کے نامہ نگاروں نے اس کی شکایت کی۔ شام کو کانفرنس کے فیصلے منانے کے لئے ہندو مہا سبھا کی جانب سے عام جلسہ کیا گیا۔ جس میں حاضرین کی کل تعداد ۵۰ تھی۔

اس طرح جب ڈاکٹر گوپی چند کو کامیابی حاصل نہیں ہو سکی تو انھوں نے دوسری راہ اختیار کی۔ پی ڈی ۲۰ کور اور دوسرے لوگوں کو ضلعوں میں بھیجنا شروع کیا گیا تا کہ وہ کانگریسیوں کو اتحاد کی تحریک کے خلاف منظم کر سکیں۔

پنجاب کے اکثر کانگریسی رہنما مثلاً میاں افتخار الدین، چودھری کرشن گوپال دت اور دیوان چمن لال ابھی تک یا تو جیلوں میں بند ہیں یا ان پر پابندیاں لگی ہوئی ہیں اور یہ سب گاندھی جی کے ساتھ ہیں۔

ضلع کے کانگریسی رہنما بھی خاموش نہیں ہیں جگہ جگہ وہ گاندھی جناح ملاقات کی کامیابی پر خوشی اور گاندھی جی کی رہنمائی پر اعتماد کا اظہار کر رہے ہیں۔

امرتسر کے کانگریسی کارکنوں نے ۲۰ اگست کو ایک تجویز کے ذریعہ راجہ جی کے فارمولہ کی تائید کی۔ میٹنگ میں ضلع کانگریس کمیٹی کے سابق صدر حکیم احمد حسن صاحب بھی شریک تھے۔

فیروزپور کے کانگریسی محبان وطن نے ضلع کانگریس کمیٹی کے صدر ڈاکٹر رام جی داس کی رہنمائی میں ایک تجویز پاس کی جس میں حق خود اختیاری کی بنا پر تمام جماعتوں سے اتحاد کرنے کی اپیل کی گئی۔ اس سے زیادہ اہم ہندو سبھا ضلع فیروزپور کی ورکنگ کمیٹی کی میٹنگ ہے جس میں ایک تجویز کے ذریعہ صادر کرتے اپیل کی گئی کہ وہ گاندھی جی کا ساتھ دیں۔ اکثریت اس تجویز کی تائید میں تھی۔ لیکن صدر نے موقعہ کی نزاکت محسوس کر کے جلسہ برخاست کر دیا۔

گورداسپور ضلع کانگریس کمیٹی کے سابق صدر حکیم چنی لال صاحب نے ایک بیان شائع کیا ہے جس میں گاندھی جی کی تائید کی گئی ہے اور گورداسپور کے کانگریسیوں کی میٹنگ منعقد کی گئی ہے جہاں راجہ جی کے فارمولا کی حمایت کی جائیں گی۔

لائل پور اور ملتان میں بھی کانگریسی کارکنوں نے گاندھی جی کی تجاویز کی پوری طرح تائید کی ہے۔

گاندھی جی کی تجاویز کی بڑھتی ہوئی تائید کا اثر ہندو پریس پر بھی پڑ رہا ہے۔ حالانکہ ہندو مہا سبھا نگرانی بورڈ کی طرف سے مسٹر ... چند جی بہت زور لگا رہے ہیں کہ تمام ہندو اخبارات راجہ جی کے فارمولا اور گاندھی جی کی تجاویز کے خلاف خوب شور مچائیں۔

۱۵ اگست کو جناح صاحب کی پریس کانفرنس میں فرقہ پرستوں کے نامہ نگار کی شرارت کی وجہ سے کئی نامہ نگاروں نے شرکت نہیں کی اور ہندو اخبارات میں جناح

(بقیہ صفحہ ۹)

اعلان

محکمہ صدر ناظم و معتمد سرکار عالی محکمہ رسد

نشان (۱۳۶) مورخہ ۱۰ مہر ۱۳۵۳ ف

بہ نفاذ ان اختیارات کے جو تحت دفعہ ... دستور العمل انسداد ذخیرہ بندی و نفع اندوزی بابتہ ۱۳۵۳ ف مجھے حاصل ہیں میں استرے کی پتیوں (　　) کے تمام تھوک اور چلر تاجروں کو ذریعہ ہذا حکم دیتا ہوں کہ بہ پابندی شرائط ذیل قیمتوں کی فہرست اپنی دوکان کے کسی نمایاں مقام پر آویزاں کریں۔ جس میں اعلانات محکمہ رسد نشان (۷۶) مورخہ ۴ تیر ۱۳۵۳ ف و نشان (۱۰۸) مورخہ ۱۷ شہریور ۱۳۵۳ ف کے تحت مقرر شدہ چلر قیمتوں کو صاف اور واضح طور پر درج کیا جائے گا۔

۱۔ قیمتیں واضح حصہ میں بلدہ حیدرآباد مستقر اورنگ آباد اور مستقر جالنہ میں بزبان اُردو و انگریزی اور دیگر مقامات پر اُردو اور مقامی زبان ملکی میں لکھی جائیں گی۔

۲۔ قیمتوں کی فہرست ہر ایک خریدار کو بتائی جائے گی جو صحیح قیمت ہائے فروخت کے متعلق استفسار کرے۔ فقط

شرح دستخط

منجانب صدر ناظم و معتمد رسد

عہد عثمانی کے امتیازات

نشری تقریر جناب جانکی پرشاد صاحب

اعلیٰ حضرت آصف جاہ سابع نواب میر عثمان علی خاں بہادر خسرو دکن و برار ۲۵ سال کی عمر میں ۲۹ اگست ۱۹۱۱ء کو تخت نشین ہوئے۔ ارکان سلطنت کے علاوہ رزیڈنٹ بہادر حیدرآباد نے اپنی اور برطانوی حکومت کی طرف سے مبارکباد پیش کی۔ ستمبر ۱۹۱۱ء کو چومحلہ مبارک میں اعلیٰ حضرت کا پہلا دربار مسند نشینی منعقد ہوا۔ اس موقع پر رزیڈنٹ بہادر نے حضور پرنور کو تخت نشینی کی مبارکباد دیتے ہوئے آپ کے عہد حکومت سے ملک کی فلاح و بہبود کی بہت سی آنے والی واقعات کے وابستہ ہونے کا اظہار کیا۔ اس کے جواب میں حضرت اقدس و اعلیٰ نے جو تقریر فرمائی اُس کا اقتباس سنانے کی عزت حاصل کی جاتی ہے تاکہ اس کا اندازہ ہو سکے کہ آپ کو ملک و قوم کی فلاح و بہبود کا جو خیال اُس وقت تھا وہ کس حسن ترتیب سے پورا ہوا اور ہو رہا ہے۔ حضرت جہاں پناہ نے ارشاد فرمایا:۔

"...... میں اپنی ذمہ واریوں سے اُس وقت تک عہدہ برآ نہ ہو سکوں گا جب تک کہ اپنے والد محترم کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش نہ کروں۔ میں اس بات کی انتہائی کوشش کروں گا کہ اپنے جلیل القدر باپ کی طرح ملک معظم کے ساتھ دیرینہ تعلقات کو نہ صرف برقرار رکھوں بلکہ مستحکم کروں کیونکہ یہ استحکام درحقیقت رعایائے دکن اور سلطنت ہند کی فلاح کے لئے از بس ضروری ہے۔"

اکتوبر ۱۹۱۱ء میں لارڈ ہارڈنگ وائسرائے ہند حیدرآباد تشریف لائے اور اعلیٰ حضرت میر محبوب علی خاں غفران مکان کی وفات حسرت آیات پر اظہار افسوس کیا۔ ۱۹۱۲ء میں لارڈ ہارڈنگ دوبارہ حیدرآباد آئے۔ اُن کے اعزاز میں چومحلہ مبارک میں اسٹیٹ بنکوٹ ترتیب دیا گیا تھا۔ اس موقع پر ہز ایکسلنسی نے اعلیٰ حضرت بندگان عالی کو سلطنت کے کاروبار کی بذات خود نگرانی کرتے اور حکومت کے ہر کام میں گہری دلچسپی رکھتے دیکھ کر آپ کی معدلت گستری، بے تعصبی، شاہانہ عظمت، تدبر اور روشن خیالی کا اعتراف کیا۔

اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ شاہان آصفیہ کے دور حکومت میں اُن کی رعایا پروری سے دکن بے اندازہ مستفید ہوا۔ لیکن وہ مبارک عہد جس سے حیدرآباد کے ہر شعبے میں ترقی کی لہر دوڑ گئی وہ اعلیٰ حضرت ہی کا زرین عہد ہے۔ حضور پرنور نے جس خوبی اور حسن تدبر سے طلاق(?) حکومت کے اعمال و افعال کی درستی اور فرسودہ و ناقص رسوم کا انسداد فرمایا وہ اس قدر ضروری اور باموقع ہیں کہ بے ساختہ حضور پرنور کی قوت انتظامی اور روشن خیالی کی داد دینی اور فیاضانہ بلند نظری کی ستائش کرنی پڑتی ہے۔ ابھی سالگرہ کی تقریب کے موقع پر ایک بار یہ حکم ہو گیا تھا کہ سامان عیش خاطر خواہ فراہم کرکے لہو و لعب میں خرچ کی جاتی اور اب تخفیف کر دی ہے۔ یہ عمل قطعاً نہ کیا جائے بلکہ اُس رقم سے غریبوں اور محتاجوں کو امداد دی جایا کرے جس سے عوام میں باہمی ہمدردی اور خوش اعمالی کی ترقی ہو۔ یہ فرمان اعلیٰ حضرت کی بیدار مغزی کی دلیل ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو رعایا کے اخلاق اور فلاح و بہبود کا کس درجہ خیال ہے۔ پھر ایک مرتبہ یہ فرمان شائع ہوا کہ حکام مملکت جو دورہ میں جاکر رقص و سرود کی مجلسیں گرم کرتے ہیں اور جس سے عوام میں بداخلاقی کی تحریک پیدا ہوتی ہے وہ قطعاً ممنوع قرار دی جائے، اگر اس کی تعمیل نہ ہوگی تو سخت باز پرس ہوگی۔ اِن دونوں فرامین مبارک سے خسرو دکن و برار کی دور بینی اور ضرورت شناسی صاف عیاں ہے۔

حضرت اقدس و اعلیٰ کو ابتدا ہی سے ملکی نظم و نسق کی کامل واقفیت تھی اور جس وقت آپ تخت نشین ہوئے اُس وقت ملک کے حالات آپ کے سامنے آئینے کی طرح صاف تھے۔ یہی وجہ ہے کہ عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی حیدرآباد نے پلٹا کھایا اور علمی، اخلاقی، مادی اور معاشرتی حیثیتوں سے اس کی ترقی کا آغاز ہو گیا۔

احیائے علوم و فنون میں حضور اقدس و اعلیٰ کی خاص توجہ ہوئی۔ اعلیٰ حضرت کا سب سے بڑا کارنامہ جس کی یاد صدیوں تک تازہ رہے گی، جامعہ عثمانیہ کا قیام ہے۔ اس تعلیمی سرچشمہ کے مقاصد کے متعلق خسرو دکن و برار نے ارشاد فرمایا کہ:۔

"...... اس سے مقصد اولین یہ ہے کہ مملکت میں تعلیم پھیلائی جائے۔ اس کے علاوہ اس کا مطمح نظر بھی ہونا چاہیے کہ طلبہ کی اخلاقی تربیت بھی کی جائے اور اُن کو تمام سائنٹفک مضامین کا شوق دلایا جائے۔"

دور جہاں بانی میں تعلیمی ترقی کے علاوہ باب حکومت کا قیام اس بات کو بتا دیتا ہے کہ اعلیٰ حضرت بندگان عالی کتنے روشن خیال اور بیدار مغز فرمانروا ہیں۔ ملک کی فلاح و بہبود کے کسی مسئلے پر کونسل کے ارکان کا اظہار خیال بہت سے مفید نتائج پیدا کرتا ہے اور اس پر اعلیٰ حضرت کی توجہ اور رہنمائی اس میں جان ڈال دیتی ہے۔

۱۷ نومبر ۱۹۱۹ء کو قصر شاہی میں دربار منعقد کر کے حضرت اقدس و اعلیٰ نے اگزیکیٹو کونسل کی افتتاحی رسم ادا کی اور ایک یادگار زرین تقریر فرمائی جس میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ:۔

"جب میں تخت نشین ہوا اور میں نے اپنی حکومت کے نظم و نسق کی جانچ پڑتال کی تو مجھے یقین ہو گیا کہ جب تک کہ بجٹ میں سابق تفریق نہ کیا جائے یہ سب خامیاں رفع نہیں ہو سکیں۔ میں نے نہایت محنت اور دماغ سوزی سے غور و فکر کرنے کے بعد طے کیا کہ تمام نظم و نسق کا انتظام براہ راست اپنے ہاتھ میں لے لوں۔ وزیر اعظم کی استعانت کا محتاج نہ ہوں۔ پانچ سال تک میں محنت شاقہ کرتا رہا اور ان تدابیر و قواعد کو ملحوظ خاطر رکھا جس میں میری عزیز رعایا کی فلاح و بہبود کا یقین تھا کیونکہ رعایا کی خوشنودی و ترقی سے مجھے اس حد تک خیال ہے جتنا کسی باپ کو اپنی اولاد کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ تجربہ سے جب میں نے بذات خود غائر نظر ڈالی تو مجھے تجربہ ہوا کہ موجودہ طریقے کو بدل دینے کی ضرورت ہے...... لہٰذا میں نے بعد غور و فکر طے کر لیا کہ اپنی گورنمنٹ کی ایک صورت قائم کروں۔ اسی مقصد پر نظر رکھ کر میں نے اگزیکیٹیو کونسل قائم کی جس میں ایک صدر ہوگا اور سات ممبر ہوں گے۔"

اعلیٰ حضرت بندگان عالی کو اپنی تمام رعایا کی بہبودی سے جو گہرا تعلق خاطر ہمیشہ رہا ہے وہ ایک مرتبہ پھر اُس عرضداشت کے جواب سے ظاہر ہوتا ہے جو باب حکومت نے اپنے پچیس سالہ دور قیام کے ختم پر بارگاہ ہمایونی میں پیش کرنے کی عزت حاصل کی۔ ہمارے ہمدرد و غمخوار بادشاہ نے ازراہ شفقت و مہربانی ارشاد فرمایا کہ "مجھے اپنی رعایا بہت عزیز ہے اور اس کی فلاح و بہبود دل سے مقصود ہے۔ لہٰذا میری حکومت کا فرض ہے کہ ملک کی ترقی اور خوشحالی کے واسطے جو تدابیر ضروری ہوں اُن کو میری ہدایت کے تحت حسب موقع جلد اختیار کرے۔"

حضرت جہاں پناہی نے اپنے دور حکومت میں کئی اصلاحیں بھی کیں۔ مجلس وضع قوانین کی توسیع منظور فرمائی۔ پہلے عہدہ داران مالگزاری کو عدالتی اختیارات بھی تھے۔ اس سے یہی عہدہ دار ایک طرف تو تنقیح کی خدمت انجام دیتے تھے اور دوسری طرف خود مقدمات کا فیصلہ بھی کرتے تھے چونکہ نصفت کے لحاظ سے یہ عمل بھی بر مصالح ملکی نہ تھا اس لئے حضور پرنور نے اس خرابی کو دور کرنے کے لئے عدالت و مال کے محکمے بالکل جدا کر دئے تاکہ عدالتی اور انتظامی کام بالکل علیحدہ علیحدہ انجام پائے۔

اعلیٰ حضرت رفاہ عام کے کاموں میں بہت دلچسپی لیتے ہیں۔ کئی مدرسے، یتیم خانے، شفاخانے آپ کے رہین منت ہیں۔ مسٹر راس کی تعلیمی اسکیم کی تکمیل کے لئے حضور پرنور نے دو لاکھ روپیہ اور ڈاکٹر ٹیگور کی وشوا بھارتی کے لئے ایک لاکھ روپیہ عطا فرمایا۔ اسی طرح مختلف اداروں کو سلطان العلوم خسرو دکن و برار سے بڑی بڑی امدادیں ملتی رہیں اور اکثروں کو اب تک برابر سالانہ دیا جاتا ہے(?) مل رہی ہیں۔ جتنی فیاضیاں موجودہ تاجدار دکن کے زمانہ میں کی گئی ہیں اگر اُن کو جمع کیا جائے تو اُن کی مقدار شاید تمام تاجداران آصفیہ کے مجموعی عطیات سے کئی گنا زیادہ نکلیں گی۔

نواب نظام الملک آصف جاہ اول کے زمانے
سے اب تک شاہانِ آصفیہ نے دوسری قوموں کے ساتھ
جس رواداری اور بے تعصبی کا برتاؤ کیا ہے اس کی نظیر کسی
اور سلطنت میں انہیں مل سکتی۔ حضرت اقدس و اعلیٰ نے اپنے
آبا و اجداد کی اس قدیم روایت کو نہ صرف برقرار رکھا بلکہ
اس کو اور بھی مستحکم فرما دیا ہے۔ جہاں تک شخصی عقائد و ذاتی
مذہب کا تعلق ہے اعلیٰ حضرت شہریارِ دکن کی مبارک زندگی ایک
سچے مسلم کی زندگی ہے مگر اس کے ساتھ ہی ساتھ ایک فرمانِ مبارک
میں جس کی گونج اب تک ہندوستان کے طول و عرض میں موجود
ہے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ "بحیثیت رئیس میں ایک دوسرا
مذہب بھی رکھتا ہوں جس کو صلح کل کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے
کیونکہ میرے زیر سایہ مختلف مذاہب و فرقے کے لوگ بستے
ہیں اور ان کے معابد کی نگہداشت میرے آئین سلطنت کا ایک
زمانے سے دستور رہا ہے۔"

۲۲ ستمبر ۱۹۳۷ء کو اعلیٰ حضرت بندگانِ عالی
نے ایک فرمانِ مبارک صادر فرمایا جس میں یہ حکم شرفِ صدور
لایا کہ دیوان بہادر ایس۔ آراوامودن آئنگر کے زیر صدارت ایک
کمیٹی قائم کی جائے جس میں غیر سرکاری اراکین کی اکثریت
ہو۔ اس کمیٹی نے یکم اگست ۱۹۳۸ء کو اپنی رپورٹ پیش کی جو
حکومت کی تجاویز کے ساتھ [illegible] جولائی ۱۹۳۹ء کو شائع کی گئی۔
اس کمیٹی کے تقرر کا مقصد یہ تھا کہ ملک کے مختلف مفادات
اور حکومت کے مابین زیادہ موثر اشتراکِ عمل کے ایسے متبادل
طریقوں کی تحقیق کی جائے اور ان کے متعلق سفارشات پیش
کی جائیں جو مملکتِ حیدرآباد کے حالات اور ضروریات کے
مناسب و موزوں اور قابلِ عمل ہوں اور جن سے حکومت رعایا
کی ضروریات اور جذبات سے بیشتر واقف ہو سکے۔

کمیٹی اصلاحات نے مملکتِ آصفیہ کے دستور
سے متعلق جو بنیادی تصور پیش کیا وہ یہ ہے کہ مملکت کا سربراہ
اپنی ذات میں عوام کی بلاواسطہ نیابت کرتا ہے اور اس کا
تعلق عوام کے ساتھ نامزد جماعتوں کے اراکین کے تعلق سے
بہ نسبت زیادہ فطری زیادہ مستقل اور زیادہ گہرا ہوتا ہے یہی
وہ مملکت کا سربراہ ہوتا ہے اور عوام کے اقتدارِ اعلیٰ کی نمائندگی
بھی کرتا ہے۔ اس لئے اس قسم کے نظام سیاسی میں سربراہ مملکت
ایک طرف تو قانون سازی کے دائرے میں توثیق اور امتناع
کے اختیارات کا حامل ہوتا ہے اور دوسری طرف عاملانہ
حکومت کے دائرے میں کابینہ کی تخلیق اور مملکت کا مخصوص
بنیادی حق اس کو حاصل ہوتا ہے۔ یہ اقتدارِ اعلیٰ دستور کی بنیاد
ہے اور اس کی حفاظت ضروری ہے۔ کمیٹی نے یہ خیال بھی
کیا کہ سلطنت کے داخلی اور خارجی استحکام کے لئے حکومت کے
ساتھ مختلف اغراض و مفادات کے موثر اشتراکِ عمل کا ہونا
ضروری ہے اور قدیم دستوری اور روایتی بنیادوں پر قائم
رکھ کر ہی ایسے اشتراکِ عمل کا حصول مفید ہو سکتا ہے۔

گزشتہ پانچ سال کے دوران میں ان دستوری اصلاحات
کے نفاذ سے متعلق بہت بڑی حد تک ابتدائی لوازمات کی تکمیل
ہوئی بلکہ دستوری اسکیم کا کافی حصہ نافذ بھی ہو چکا ہے چنانچہ
بلدیاتی اصلاحات کے ضمن میں پہلا قدم یہ اٹھایا گیا کہ تین
سال قبل ضلع واری کانفرنسوں کے سالانہ انعقاد کی تجویز روبہ
عمل لائی گئی اور یہ کانفرنسیں مقامی ضروریات کے اظہار
کے لئے ایک مفید ادارہ ثابت ہوئیں۔ علاوہ ازیں [illegible]
مجالس کا قیام عمل میں آیا جو اس دستور کا اہم جزو ہیں۔

ممالک محروسہ سرکار عالی کی ہمہ جہتی ترقی کے بارے
میں مشہور برطانوی صحیفہ نگار مسٹر اینگلس کا ایک مضمون
لندن کے ایک رسالہ "ایشیاٹک ریویو" میں شائع ہوا ہے۔
برطانوی صحیفہ نگار نے اپنے مضمون میں بتایا
ہے کہ مملکت حیدرآباد کے نظم و نسق کی سالانہ رپورٹوں کا مطالعہ
ہمیشہ روز افزوں ترقی کا گہرا نقش چھوڑتا ہے۔ چنانچہ گزشتہ
سال جو رپورٹ شائع ہوئی ہے اس سے معاشرتی فلاح
و بہبود کی ہمہ جہتی کوششوں کا قابلِ ستائش ثبوت ملتا ہے۔

اپنا مضمون ختم کرتے ہوئے مسٹر انگلس نے یہ
لکھا ہے کہ چند سال قبل حکومت جنوبی افریقہ کی جانب سے
ایک وفد نے ہندوستان کا دورہ کیا تھا اور اس نے حیدرآباد
میں اپنے مختصر قیام کے دوران میں جو کچھ دیکھا اس سے بہت
ہی متاثر ہوا اور اسی وفد ہی پر کیا منحصر ہے جو شخص بھی وہاں
جائے گا وہ اس مملکت کی کامیاب کوششوں سے اثر پذیر
ہوگا۔ جو لوگ حیدرآباد سے ذاتی طور پر واقفیت حاصل نہیں
کر سکتے انہیں نظم و نسق کی سالانہ رپورٹیں ان مفید اور
اہم کاموں سے باخبر کر سکتی ہیں جو اس مملکت میں بکثرت
انجام دئے جا رہے ہیں۔

سر ولیم بارٹن نے اپنی مشہور کتاب "ہندوستان
کے والیانِ ریاست" میں مملکت حیدرآباد کا ذکر کرتے ہوئے
یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اچھی حکومت اور ثقافت کی حامل سلطنت
حیدرآباد ہندوستان اور تاجِ برطانیہ کے درمیان ناقابلِ
شکست ارتباط کی کڑی ہے۔

حیدرآباد نے سماجی اور معاشی ترقی کے میدان
میں جو شاندار اقدامات کئے ہیں اس سے مسائلِ عامہ سے
دلچسپی رکھنے والے اشخاص بخوبی واقف ہیں اور ذرائع
آب پاشی کی تعمیر، وسائلِ نقل و حمل کی توسیع، امدادِ باہمی، زراعت
اور تجارت و حرفت جیسے محکموں کے قیام، تعلیم دیہی کی اسکیموں
کے نفاذ اور تعلیم کی اشاعت کے ذریعہ حکومت سرکار عالی نے
حضرت فرمانروائے حیدرآباد کی ایک کروڑ ساٹھ لاکھ رعایا
کی خوشحالی میں جو اضافہ کیا ہے اس کی نظیر تاریخ دکن میں
ملنا بہت دشوار ہے۔

صحتِ عامہ اور حفظانِ صحت کی اسکیموں کے نفاذ
اور زراعت پیشہ عوام کے مفاد کی مکمل حفاظت کے باعث
کاشتکار اور مزدور پیشہ طبقے اطمینان کی زندگی بسر کر رہے ہیں
اور اشاعتِ تعلیم کی جد و جہد کی بدولت دور افتادہ قصبات
میں غریبوں کی جھونپڑیوں تک علم کی شعاعیں [illegible] منور
ہو رہی ہیں۔

حیدرآباد نے اپنے قدیم اداروں کی بہترین خصوصیات
کو بڑی احتیاط سے برقرار رکھنے کے ساتھ ہی ساتھ جدید تمدن
کی خوبیوں کو بھی آزادانہ طور پر اختیار کیا اور اس طرح حیدرآباد
میں مشرق و مغرب کا ایک خوشگوار امتزاج رونما ہوا جو یہاں کے
تمدن کی ایک نمایاں خصوصیت ہے اور جس کی وجہ سے حیدرآباد
باقی ماندہ ہندوستان سے ممتاز ہے۔

مبارک و مسعود عہدِ عثمانی کی برکات و امتیازات
بے شمار ہیں اور جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ محض اجمالی ہے۔
خدائے بزرگ ذاتِ ہمایونی کو با ایں حشمت و جلال
صدہا سال ہمارے سر پر سایہ فگن رکھے اور ہمارے قلوب
میں جاں نثاری اور وفاداری کے جذبات کو استوار فرمائے!
آمین!

کانگریس لیگ سمجھوتہ کے خلاف سازش

(بقیہ سلسلہ صفحہ (۷))

کا بیان شائع نہیں کیا گیا۔ لیکن اب وہی ترجمان [illegible]
کے اڈیٹوریل میں لکھتا ہے کہ "کانگریس لیگ سمجھوتہ کا خیر مقدم
کرنا چاہئے اگر اس طرح ہو سکے تو برطانوی پروپیگنڈا کا
بھانڈا پھوٹ جائے گا۔ اقلیتوں کے ضروری حقوق کے تحفظ
کے لئے بہترین راستہ یہی ہے کہ ایسی تجاویز پیش کی جائیں جو
دونوں رہنماؤں کو متوجہ کر سکیں۔ آخر میں اپیل کی گئی ہے کہ
گاندھی جی کا کام ممکن کرنے کے لئے سب کو اٹھ جانا چاہئے۔"
پنجاب کے مسلم لیگی رہنما بھی اتحاد کے لئے کوشش کر
رہے ہیں۔ پنجاب مسلم لیگ کے صدر نواب ممدوٹ اور نواب
زادہ رشید علی خاں نے گاندھی جی جناح ملاقات کو بار آور بنانے
کے لئے پنجاب کے مسلم عوام سے اپیل کی ہے۔
ڈاکٹر گوپی چند کا بھی سر [illegible] کی طرح
جھنڈا پھیرتا جا رہا ہے اور پنجاب کے عوام بھی مسٹر جناح
صاحب کے ساتھ آتے جا رہے ہیں۔

بلغاریہ غیر جانبدار رہے گا

نیویارک ۔ بلغاریہ کے ریڈیو نے اپنی وطنی نشریات میں ہفتہ کی رات کو ایک بیان میں کہا ۔ بلغاری حکومت نے روس اور جرمنی کی جنگ میں قطعاً غیر جانبدار رہنے کے مستقبل فیصلے کے مطابق احکامات جاری کر دئے ہیں کہ بلغاری حدود میں جو بھی بیرونی فوجیں داخل ہوں ان سے ہتھیار لے لئے جائیں ۔ اس حکم کے مطابق ابھی تک جو جرمنی دستے بلغاریہ کے علاقہ میں آگئے تھے ان سے فی الفور ہتھیار رکھا لئے گئے ۔

بلغاریہ نے برطانیہ اور امریکہ سے دریافت کیا ہے کہ وہ کس شرائط پر جنگ سے الگ ہو سکتا ہے بلغاری عوام کی مرضی کے خلاف ہونے والی تمام باتوں کو درست کرنے کے فیصلے کے مطابق کچھ عرصہ قبل حکومت نے روس کو مطلع کر کے بڑی طاقتوں سے رجوع کیا اور انہیں اپنے اس فیصلے سے مطلع کر دیا تھا کہ وہ جنگ سے الگ ہو جانا چاہتا ہے اور تمام متعلقہ فریقین کے ساتھ غیر جانبداری قائم کر دینا چاہتا ہے ۔

اس نشری بیان میں اس بات کا کوئی ذکر نہیں ہے کہ بلغاریہ نے یوگوسلاویہ اور یونان کے جو حصے لے لئے ہیں انہیں وہ پورے طور سے خالی کر دے گا ۔ لیکن اس مسئلہ کو اتحادی حکومت بہت بڑی اہمیت دے رہی ہیں ۔ بلغاریہ میں جرمنوں سے ہتھیار لے لئے جانے پر جرمنی کے ساتھ اس کے تعلقات یقینی طور سے ختم ہو جائیں گے ۔

رائٹر کے سیاسی نامہ نگار کو معلوم ہوا ہے کہ اتحادی شرائط بہت عنقریب بلغاری حکومت کو پہنچ جائیں گی ۔ بلکہ یہ شرائط تیار کر کے اطلاع کی غرض سے سوویٹ حکومت کو روانہ بھی کر دی گئی ہے

ہٹلر کی معاشی اور فوجی شکست

رومانیہ میں روسی فتوحات

ماسکو ۔ ۲۰ ۔ اگسٹ ۔ یورپ کے مشرقی محاذ پر ہٹلر کو ایسی فوجی اور معاشی شکست ہوئی جو اس قسم زبردست ترین شکستوں میں شمار کی جائے گی سرخ فوج نے اس کو رومانیہ میں تیل کی پیداوار کے بڑے حصے اور بحرہ اسود کے اہم بندرگاہ کانسٹانزا سے محروم کر دیا ہے اس فتح کا اعلان کرتے ہوئے مارشل اسٹالن نے ایک فرمان میں دوسرے یوکرینی محاذ کے دستے اپنا دھاوا جاری رکھتے ہوئے آج بتایا کہ ۳۰ اگسٹ رومانیہ میں تیل کی پیداوار کے بڑے مرکز میں گھس گئے ہیں ۔ سرخ فوج نے رومانیہ میں تیل کے تمام خطوں کو مکمل طور سے آزاد کرانے کے بعد روسی دستے بخارسٹ سے ۲۰ میل کے اندر تک بڑھ گئے ہیں ۔ اور انہوں نے پچھلے چوبیس گھنٹوں میں مزید پندرہ ہزار قیدی پکڑ لئے ہیں ۔ جن میں چار جنرل بھی شامل ہیں ۔ پلوئسٹی میں سالانہ بیس لاکھ ٹن صاف تیل پیدا ہوتا ہے ۔ مشرقی پروشیا کے محاذ پر روسیوں نے دشمن کے مزید جوابی حملے پسپا کر دئے ۔

جرمنوں کا بیان ہے کہ وارسا کے جنوب مشرق میں روسیوں نے اپنا دھاوا پھر شروع کر دیا ہے اور جرمن حملہ آور کے مختلف مقامات پر پہنچ گئے ہیں ۔

اعلان

محکمہ صدر ناظم و معتمد سرکار عالی صیغہ رسد

نشان (۱۳۷) مورخہ ۱۰ ۔ مہر ۱۳۵۳ف

بہ نفاذ ان اختیارات کے جو تحت دفعہ ۱ دستور العمل انسداد ذخیرہ بندی و تعین اندوزی بابتہ ۱۳۵۳ف مجھے حاصل ہیں میں اشیاء فوٹوگرافی کے تمام تھوک اور جلر تاجروں کو ذریعہ ہذا حکم دیتا ہوں کہ وہ بپابندی شرائط ذیل قیمتوں کی ایک فہرست اپنی دوکان کے کسی نمایاں مقام پر آویزاں کریں جس میں جلر فروشی کی ان قیمتوں کو جن کا تعین صدر اعظم بہادر باب حکومت نے ذریعہ اعلان محکمہ رسد نشان (۱۰۹) مورخہ ۱۵ ۔ شہریور ۱۳۵۳ف فرمایا ہے صاف اور واضح طور پر بتلایا جائے گا ۔

۱ ۔ قیمتیں واضح خط میں بلدہ حیدرآباد مستقر ورنگل آباد اور مستقر جالنہ میں بزبان اردو و انگریزی اور دیگر مقامات پر اردو اور مقامی زبان ملکی میں لکھی جائیں گی ۔

۲ ۔ قیمتوں کی فہرست ہر اس خریدار کو بتائی جائے گی جو صحیح قیمت ہائے فروخت کے بارے میں استفسار کرے ۔ فقط

شرح دستخط

منجانب صدر ناظم و معتمد رسد

اشتہار

نمبر مقدمہ ۳۲۸ سنہ ۱۳۵۳ف

حاضری مرتبہ عدالت منصفی تعلقہ سرسلہ ضلع کریم نگر باجلاس عالیجناب خالد عبدالرحیم صاحب بیرسٹرایٹ لا منصف

گرے پلی بہومنا بنام وڈلہ نرسیا ۔

بنام وڈلہ نرسیا ولد راملیا قوم برلعافی عمر ۵۰ سال پیشہ زراعت ساکن کنڈہ پور ۔ ورڈلہ ۔ چھمی نارائن نابالغ بولایت اور حقیقی پر بنسیا ۔

ہرگاہ ڈگری دار نے درخواست تعمیل پیش کی ہے اور تمہارے نام اظہار وجہ کے نوٹس مقام سکونت پر اجرا ہوئے لیکن بیان طلبی تعمیل کنندہ سے واضح ہے کہ تمہارے عدم موجودگی کے باعث مکان پر چسپاں ہونے اور تم تعمیل سے گریز کرتے ہو ۔ اور گرد ۔ بہر کے لئے کہیں چلے گئے ہو ۔ اب حسب استدعا ڈگری دار ذریعہ اشتہار ہذا حکم دیا جاتا ہے کہ تم بتاریخ ۲ ماہ آبان ۱۳۵۳ف یوم پنجشنبہ بوقت ۱۰ بجے حاضر عدالت ہذا ہو کر جواب دہی کرو ۔ ورنہ حسب ضابطہ کارروائی کی جائے گی ۔

شرح دستخط

مولوی محمد عزیز اللہ صاحب قریشی

سررشتہ دار

دستخط

مینڈ دار

استانِ ہندوستان کے لئے مثال قائم کی

بقیہ سلسلہ صفحہ (اول)

آنہ ورسے تسلسل اور استقلال کے خواہاں ہیں۔ یہ ایک ایسا غیر ہے جو ہندوستان کی تمنائے آزادی کے مطابق ہے۔

اس میں شک نہیں کہ صوبوں کی سرحدوں کو ایسے توسیع کر کے جو محکمانہ زیادہ مجالس و مد تین تشکیل دی جاسکیں اور صوبہ داری حکومتیں زیادہ جمہوری بنیادوں پر چلائی جاسکیں اور یہاں کی اکثریتیں ایسی ہوں کہ پالیسیوں میں تسلسل اور استحکام کی ضامن ہوسکیں۔ ایک زبردست مرکزی حکومت جو آزادی کے نتیجے کے طور پر وجود میں آئے اسی وقت برقرار رہ سکتی ہے جبکہ وہ تمام صوبوں کے رضاکارانہ اتحاد پر مبنی ہو۔ جو اس وقت رضاکارانہ اتحاد پر ہیں بلکہ جبر پر مبنی ہو وہ صرف بدیسی حکومت کو حاصل ہوسکتی ہے۔ ایک ایسی زبردست مرکزی حکومت کی تائید کرنا جو صوبوں کے رضاکارانہ اتحاد پر مبنی نہ ہو وہ دراصل بدیسی حکومت کو اقتدار دیتے رہنا ہے جو لوگ ایک دوسرے کو قائل اور مطمئن کئے بغیر مرکزی حکومت چاہتے ہیں وہ صرف بدیسی حکومت کی مدد سے ایسا کرسکتے ہیں۔ خانہ جنگی اور اس میں کامیابی اگر ایک قابل تحسین مقصد ہو بھی تو ممکن ہے۔ یہاں ایک بدیسی قوت اپنے مفاد کی خاطر امن قائم رکھنے کے لئے موجود ہے اگرچہ وہ آزادی کے نام سے اختلافات کو روا رکھ سکتی ہے لیکن خانہ جنگی کو روک دے گی۔

اتحاد اپنے صحیح معنوں میں ہم سے زیادہ کوئی نہیں کرسکتا۔ وہ ضرور حاصل ہوگا بشرطیکہ ہم جرأت کے ساتھ اصول کے آگے جھک جائیں۔

۱۳۵۳ ف میں مسٹر مارلنگ کی مصروفیات

بقیہ سلسلہ صفحہ (۴)

کی مارکٹنگ کے متعلق بھی تفصیلی رپورٹیں زیر تیاری ہیں۔ حکومت ہند کی ضروریات کی اہمیت کے مد نظر سررشتہ مارکٹنگ سرکار عالی نے بھی یہ ضروری تصور کیا کہ وہ ایسی اشیاء کے سروے کو ترجیح دے جنہیں کل جنگ اہمیت حاصل ہے۔ چنانچہ اب ایسی اشیاء پر توجہ کرنے کا موقع ملا ہے جو مالک محروسہ کے لئے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں اور امید ہے کہ جب ان کے نتائج شائع ہوں گے تو وہ ملک کے موجودہ اور مابعد جنگ زرعی مسائل کو سمجھنے میں بہت مددگار ثابت ہوں گے۔

اعلان

محکمہ صدر ناظم و معتمد سرکار عالی صیغہ رسد

نشان (۱۳۴) مورخہ ۱۰ ر مہر ۱۳۵۳ ف

بہ نفاذ ان اختیارات کے جو تحت دفعہ ۱۷ دستور العمل انسداد ذخیرہ بندی و نفع اندوزی بابتہ ۱۳۵۳ ف مجھے حاصل ہیں میں برقی گولوں ( ) کے تمام تاجروں کو ذریعہ ہذا حکم دیتا ہوں کہ وہ حکم ہذا کے جریدہ میں شائع ہونے کی تاریخ سے اندرون سات یوم بہ پابندی شرائط ذیل برقی گولوں پر جو بغرض فروخت رکھے گئے ہوں یا فروخت کے لئے مقصود ہوں قیمت ہائے فروخت جن کا تعین عالیجناب صدر اعظم بہادر باجلاس باب حکومت نے ذریعہ اعلان محکمہ رسد نشان (۱۰۲) مورخہ ۹ ر شہریور ۱۳۵۳ ف فرمایا گیا ہے بلدہ حیدرآباد و مستقر اورنگ آباد و مستقر جالنہ میں بزبان اردو و انگریزی اور دیگر مقامات پر اردو اور مقامی زبان ملکی میں درج کریں یا اگر ان پر قیمتیں درج نہ ہوسکتی ہوں تو مقام تجارت پر ان مقررہ قیمت ہائے فروخت کی صحیح فہرست زبان مذکورہ صدر میں نمایاں کریں۔

۱۔ قیمتوں کا اندراج ایک دفعہ ہوجانے کے بعد ان میں کوئی اضافہ صدر ناظم کی قبل از قبل اجازت کے بغیر نہ کیا جائے گا۔

۲۔ قیمتوں کا اندراج بمطابقت احکام دستور العمل کیا جائے گا۔

۳۔ اگر کوئی خریدار کسی شئے کو درج شدہ قیمت پر خریدنا چاہے تو فروخت سے انکار نہیں کیا جائے گا۔ بجز اس کے کہ تاجر یہ باور کرنے کی کافی وجہ رکھتا ہو کہ خریدار اس کو فروخت کرنے کی غرض سے خریدنا چاہتا ہے۔

۴۔ اگر شئے ہندوستانی ساخت کی ہو تو قیمتوں کا اندراج نیلی یا سیاہ روشنائی سے اور اگر بیرون ہند ممالک کی ساخت کی ہو تو سرخی سے کیا جائے گا۔

۵۔ اس حکم کو دوکان کے نمایاں مقام پر آویزاں کیا جائے گا۔ بہتر ہوگا کہ اس کو منیجر کی نشست کے جس قدر قریب ممکن ہو آویزاں کیا جائے۔ فقط

شرح دستخط

منجانب صدر ناظم و معتمد رسد

رومانیہ کے لئے روس کی شرائط

بقیہ سلسلہ صفحہ (۵)

حکومت رومانیہ بحری و فضائی آمد و رفت کے لئے اہتمام کرے اور ذرائع سے مدد کرے۔

۹۔ روس ٹرانسلونیا کے مطابق ویانا کے فیصلے کے کالعدم کرنے جانے پر راضی ہے اور ٹرانسلونیا کو آزاد کرنے میں مدد دینے کو تیار ہے۔

نشری بیان میں کہا گیا کہ جنرل انٹونسکو کی حکومت نے ان شرائط کو رد کردیا تھا۔ اب شاہ میکل اور جنرل سیناٹسکو کی نئی حکومت نے انہیں قبول کرنے پر راضی ہوگئی ہے۔

اعظم پریس چار مینار میں طبع ہو کر دفتر حکمت سے شائع ہوا